جدیدیت ومابعد جدیدیت کا چیلنج اور اسلام

امتیاز عبدالقادر
ریسرچ اسکالر کشمیر یونیورسٹی سرینگر

مضامین

مغربی دنیا میں مذہب اور عقل کی کشمکش ماضی قریب کی انسانی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ اس کشمکش نے پوری دنیا پر دوررس اثرات ڈالے ہیں۔ کشمکش کا پس منظر یہ ہے کہ مغربی دنیا جس مذہب سے واقف تھی وہ خدا کا نازل کردہ نہ تھا بلکہ اس کی منحرف شکل تھی۔ اولاً اللہ کے نازل کردہ دین کی بنیاد "توحید" پر تھی جبکہ تحریف شدہ مذہب(عیسائیت) میں "تثلیث "کو اختیار کرلیا گیا تھا... اسی طرح اللہ کے دین کے مطابق خدا کا ہر بندہ اس کی عبادت براہِ راست کرسکتا تھا لیکن منحرف مذہب میں خدا اور بندوں کے درمیان پادریوں کا ایک گروہ بھی موجود تھا جس کے " واسطے " کے بغیر خدا سے تعلق کی استواری ممکن نہ تھی۔ اللہ کے نازل کردہ دینِ حق کے مطابق مخلص طالب ہدایت کو اس کی اجازت تھی کہ وہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو پڑھے اور سمجھے لیکن تحریف پر قائم "دینی نظام" میں کتابِ الٰہی کی "تعبیر و تشریح" کا کام صرف "دینی طبقہ" ہی کرسکتا تھا۔عام عیسائیوں کے لئے لازم تھا کہ وہ بہرحال ان کی " تشریح" کو قبول کریں۔

اصل دین حق میں نجات کا دارومدار ایمان و عمل پر تھا لیکن منحرف عیسائیت میں کفارے کا عقیدہ گڑھ لیا گیا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ مسیحؑ نے صلیب پر چڑھکر اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے تمام گناہ بخشوالئے ہیں۔اسی طرح کتابِ الٰہی کی تعلیمات مبنی بر عدل اور انسانی فطرت کے مطابق تھیں لیکن عیسائیت کے علمبرداروں نے رہبانیت اختیار کرلی تھی جو سراسر انسانی فطرت کے خلاف تھی۔

جدیدیت کا ظہور: اس غلط مذہب کے خلاف مغربی دنیا کے عام انسانی ضمیر نے بغاوت کر دی۔ جدیدیت ان نظریاتی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی تحریکوں کے مجموعے کا نام ہے جو ۱۷ویں اور ۱۸ ویں صدی کے یورپ میں روایت پسندی (Traditionalism) اور کلیسائی استبداد کے ردِ عمل میں پیدا ہوئیں۔ یہ وہ دور تھا جب کلیسا کا ظلم نقطہ عروج پر تھا۔ تنگ نظر پادریوں نے قدیم یونانی فلسفہ اور عیسائی معتقدات کے امتزاج سے کچھ خود ساختہ نظریات قائم کر رکھے تھے اور ان نظریات کے خلاف اٹھنے والی آواز کو وہ مذہب کے خلاف خطرہ تصور کرتے تھے۔ شاہی حکومتوں سے مل کر انہوں نے ایک ایسا استبدادی نظام قائم کیا کہ کسی بھی آزاد علمی تحریک کو پنپنے کا موقع نہیں ملا۔ چونکہ مذہب موجود تھا وہ غیر معقول بھی تھا اور غیر عادلانہ بھی، اس لئے مغربی ذہن نے یہ رائے قائم کی کہ انسانی معاشرے میں عدل کے قیام کے لئے مذہب کو ترک کرنا ضروری ہے۔

دوسری طرف اسپین کی اسلامی تہذیب کے ساتھ طویل تعامل کی وجہ سے عیسائی دنیا میں حریت فکر کی ہوائیں آنے لگی۔ قرطبہ اور غرناطہ میں حاصل شدہ تجرباتی سائنس (Empirical Science) کے درس رنگ لا رہے تھے اور یورپ کے سائینسدان آزاد تجربات کرنے لگے تھے۔ ان سب عوامل نے مل کر کلیسا کے خلاف شدید رد عمل پیدا کیا اور جدیدیت کی تحریک شروع کی۔ چونکہ اس تحریک سے قبل یورپ میں شدید نوعیت کی دقیانوسیت اور روایت پرستی کا دور دورہ تھا، اس لئے اس تحریک نے پورے عہد وسطیٰ کو تاریک دور قرار دیا۔

جدیدیت کی اس تحریک کی نظریاتی بنیادیں فرانسس بیکن (Francis Becon)، رینے ڈیکارٹ (Rene Descartes)، تھامس ہوبس (Thomas Hobes) وغیرہ کے افکار میں پائی جاتی ہیں، جن کا نقطہ نظر یہ تھا کہ دنیا اور کائنات عقل، تجربے اور مشاہدے کے ذریعے قابلِ دریافت ہے اور اس کے تمام حقائق تک سائنسی طریقوں سے ہی رسائی ممکن ہے۔ اس لئے حقائق کی دریافت کے لئے کسی اور سرچشمہ کی

ضرورت نہیں۔ ان فلسفیوں نے مابعد الطبعیاتی مزعومات اور فریبی دعووں کو اس وجہ سے رد کیا کہ وہ ان کسوٹیوں پر پورے نہیں اُترتے۔ ڈیکارٹ نے 'I think therefore I am' کا مشہور اعلان کیا، جو جدید مغربی فلسفے کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خودی کا شعوری عمل (Conscious Act of Ego) سچائی تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔

علاوہ ازیں پاسکل، مانٹسکیو، ڈیڈاراٹ، وسلی، ہیوم، والٹیر جیسے مفکرین نے بھی عقل کی لا محدود بالا دستی اور واحد سرچشمہ علم ہونے کے تصور کو عام کیا۔ یہ افکار عقل پرستی (Rationalism) کہلاتے ہیں اور جدیدیت (Modernism) کی بنیاد ہیں۔ اس تحریک نے مذہبی محاذ پر الحاد و تشکیک کو جنم دیا۔ والٹیر جیسے الحاد کے علمبردار نے مذہب کا کلیتاً انکار کر دیا جبکہ ہیگل مذہب کو تسلیم تو کرتے تھے لیکن اسے عقل کے تابع بتاتے ہیں۔

سیاسی محاذ پر اس تحریک نے انسانی حرکت کا تصور پیش کیا، آزادی فکر، آزادی اظہارِ رائے اور حقوقِ انسانی کے تصورات عام کئے۔ تھامس ہابس کے حتمی اقتدارِ اعلیٰ Absolute Sovereignty کے تصور کو سیاسی فلسفے کی بنیاد قرار دیا۔ جان لاک نے اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے خدا کے بجائے عوام کو اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ قرار دیا۔ والٹیر نے حریت بشر کا تصور پیش کیا۔ مانٹسکو اور روسو نے ایسی ریاست کے تصورات پیش کئے جس میں انسانوں کی آزادی اور ان کے حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور حکمرانوں کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔ جدیدیت کی تحریک نے قوم پرستی اور قومی ریاستوں کا تصور بھی عام کیا۔ ان ہی افکار کے بطن سے جدید دور میں جمہوریت نے جنم لیا اور یورپ و شمالی امریکہ کے اکثر ملکوں میں خود مختار، جمہوری، قومی ریاستیں قائم ہوئیں۔

معاشی محاذ پر اس تحریک نے اول سرمایہ دارانہ معیشیت اور نئے صنعتی معاشرے کو جنم دیا، جس کی بنیاد ایڈم اسمتھ کی معاشی فکر تھی جو صنعت کاری، آزادانہ معیشت اور کھلے بازار کی پالیسیوں سے عبارت تھی۔ نئے صنعتی معاشرے میں جب مزدوروں کا استحصال شروع

ہوا تو جدیدیت ہی کے بطن سے مارکسی فلسفہ پیدا ہوا، جو ایک ایسے غیر طبقاتی سماج کا تصور پیش کرتا تھا، جس میں محنت کش کو بالادستی حاصل تھی۔

اخلاقی محاذ پر اس تحریک نے افادیت کا تصور عام کیا۔ جو رویے سماج کے لئے فائدہ مند ہیں، وہ جائز اور جو سماج کے لئے نقصان دہ ہیں، وہ ناجائز رویے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 'مذہب' سے انکار کے بعد جدیدیت کے پاس انسانوں کی اخلاقی تربیت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ چنانچہ اخلاقی بے راہ روی عام ہوگئی اور اس پر گرفت کرنا بھی ممکن نہ رہا۔ جدیدیت کے اس خوفناک انجام کے مظاہر درج ذیل ہیں:

أ. افراد کے اندر مایوسی اور کھوکھلا پن اور خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان

ب. خاندانی نظام کا انتشار

ت. جنسی بے راہ روی

ث. (Feminisim) اور دیگر غیر متوازن رویے مثلاً ہم جنسی (Homosexuality)

ج. ماحولیاتی بحران

ح. سرمایہ داری کا احیاء

خ. عورتوں اور بچوں کے خلاف مظالم

د. (Urbanization) کے پیدا کردہ معاشرتی اور اخلاقی مسائل

ذ. انسانی حقوق کی پامالی

ر. بین الاقوامی قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی

ز. کمزور ممالک پر طاقتور ممالک کی چیرہ دستی اور عالمی استعمار کا ظہور وغیرہ۔

۲۰ویں صدی کے آتے آتے یورپ اور شمالی امریکہ کے اکثر ممالک ان افکار کے پُرجوش مبلغ اور داعی بن گئے۔ جدیدیت کو روشن خیالی(Enlightment) اور نشاۃ الثانیہ(Renaissance) کے نام بھی دیئے گئے اور بڑی طاقتوں کی پشت پناہی سے روشن خیالی کا منصوبہ ایک عالمی منصوبہ بن گیا۔ چنانچہ ۲۰ویں صدی کے نصف آخر میں مغربی ممالک کا

واحد نصب العین تیسری دنیا(نو آبادیات) میں روایت پسندی سے مقابلہ کرنا اور جدیدیت کو فروغ دینا قرار پایا۔ آزادی، جمہوریت، مساوات مرد و زن، سائنسی طرزِ فکر، سیکولرازم وغیرہ جیسی قدروں کو دنیا بھر میں عام کرنے کی کوشش کی گئیں۔ معاشی فکر کے معاملے میں مغرب سرمایہ دارانہ اور کمیونسٹ دھڑوں میں ضرور منقسم رہا لیکن سیاسی، سماجی اور نظریاتی سطح پر جدیدیت کے افکار بالاتفاق جدید مغرب کے رہنما افکار بنے رہے۔ نو آبادیات اور تیسری دنیا میں ایسے حکمرانوں کو بٹھایا گیا جو عوام کی مرضی کے خلاف زبردستی ترقی کے جدید ماڈل ان پر تھوپنے پر مامور رہے۔ اسلامی دنیا میں خصوصاً اسلامی تہذیبی روایات کی بیخ کنی کو جدیدیت کا اہم ہدف سمجھا گیا۔ ترکی، تیونس اور سابق سویت یونین میں شامل وسط ایشیا کے علاقوں میں مذہبی روایات سے مقابلے کے لئے ایک سخت ظالمانہ اور استبدادی نظام قائم کیا گیا۔

مابعد جدیدیت، جدیدیت کا ردِ عمل: جدیدیت کی اس ہمہ گیر فکری استبداد نے وہی صورتحال پیدا کر دی، جو عہدِ وسطیٰ کے یورپ میں مذہبی روایت پسندی نے پیدا کی تھی اور جس کے ردِ عمل میں جدیدیت (Modernism) کی تحریک برپا ہوئی تھی۔ جدیدیت کے استبداد کا لازمی نتیجہ شدید ردِ عمل کی شکل میں رونما ہوا اور یہی ردِ عمل مابعد جدیدیت (Post-Modernism) کہلاتا ہے۔

معقول رویہ تو یہ تھا کہ انسان خدا کی طرف پلٹ آتا اور خدائی ہدایت کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا لیکن مغربی دنیا ایک طرف دینِ حق سے بڑی حد تک ناواقف ہے اور دوسری طرف وہ اس اخلاقی بے راہ روی کو چھوڑنا نہیں چاہتی جو مذہب کے انکار سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے خدا کی طرف پلٹنے کے بجائے جدیدیت کا ردِ عمل مابعد جدیدیت کی شکل میں سامنے آیا۔ دراصل ابھی تک مغربی انسان کا شعور اور اخلاقی حس اتنی پختہ نہیں ہوئی ہے کہ وہ متوازن ردِ عمل پر قادر ہو سکے۔

مابعد جدیدیت کسی متعین اور مربوط فلسفہ یا طرزِ فکر کا نام نہیں ہے بلکہ یہ " تمام

نظریات کے انکار" کا نام ہے۔ مغرب کا انسان حق کی تلاش میں ناکامی کے بعد مایوس ہو چکا ہے، چنانچہ اس نے اعلان کیا ہے کہ 'حق' نام کی کوئی شئے موجود نہیں ہے۔

مابعد جدیدیت کے تصور کے مطابق دنیا میں کسی آفاقی سچائی کا وجود نہیں ہے بلکہ آفاقی سچائی کا تصور ان کے نزدیک محض ایک خیالی تصور (Utopia) ہے۔ ان کے نزدیک چاہے سچائی ہو یا کوئی اور اخلاقی قدر، حسن و خوبصورتی کا احساس ہو یا کوئی اور ذوق، یہ سب اضافی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا تعلق انفرادی پسند و ناپسند اور حالات سے ہے، یعنی ایک ہی بات کسی مخصوص مقام پر مخصوص صورتوں میں سچ اور دوسری صورتوں میں جھوٹ ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کوئی بات ایسی نہیں ہو سکتی جو ہمیشہ اور ہر مقام پر سچ ہو۔ مابعد جدیدیت کے ماننے والے سائنس کو بھی حتمی سچائی کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ لیوٹارڈ (J.F.Lyotard) کہتا ہے:

" سائنس کی زبان اور اخلاقیات اور سیاسیات کی زبان میں گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق ہی مغرب کی تہذیبی تناظر کی تشکیل کرتا ہے"

(The Post-Modern Condition : Knowledge Page8)

ردِ تشکیل کا نظریہ: مابعد جدیدیت کے نزدیک جمہوریت، ترقی، آزادی، مذہب، خدا، اشتراکیت اور اس طرح کے دعوٰوں کی وہی حیثیت ہے جو دیو مالائی داستانوں، الف لیلوی قصوں اور عقیدوں کی ہے۔ اس لئے انہوں نے ان تمام دعوؤں کو مہابیانیوں (Meganarratives) کا نام دیا۔ جدیدیت کے مفکرین کا خیال ہے کہ انہوں نے بہت سی 'سچائیاں' تشکیل دی ہیں اور چاہے مذہب ہو یا جدید نظریات، ان کی بنیاد کچھ خودساختہ سچائیوں پر ہے اسلئے جدیدیت کے دور کی تہذیب، علم وغیرہ انہی مفروضہ سچائیوں پر استوار ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تشکیل شدہ سچائیوں کی رد تشکیل (Deconstruction) کی جائے، یعنی انہیں ڈھا دیا جائے۔ چنانچہ ادب، فنونِ لطیفہ، آرٹ، سماجی اصول و ضابطے ہر جگہ ان کے نزدیک خودساختہ سچائیاں اور عظیم بیانیے ہیں، جن کی رد تشکیل ضروری ہے تاکہ ما

بعد جدیدی ادب، فنونِ لطیفہ وغیرہ میں ایسے 'غلط مفروضوں' کا عمل دخل نہ ہو۔

مابعد جدیدیت کے عملی اثرات: مابعد جدیدیت کا سب سے نمایاں اثر یہ ہے کہ افکار، نظریات اور آئیڈیالوجی سے لوگوں کی دلچسپی نہایت کم ہوئی۔ عہدِ جدید کا انسان مخصوص افکار و نظریات سے وفاداری رکھتا تھا اور ان کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پُر جوش و سرگرم رہتا تھا۔ مابعد جدید دور کے انسان کے نہ کوئی آدرش ہیں اور نہ اصول، اسلئے مثلاً (Stephan Mitchal) نے اس عہد کو "Age of no Idealogy" قرار دیا ہے۔

مذہبی معاملات میں وحدتِ ادیان کا نظریہ بہت قدیم ہے۔ مابعد جدیدیت نے اس طرزِ فکر کو تقویت دی ہے۔ اب دنیا بھر میں لوگ بیک وقت سارے مذاہب کو سچ ماننے کے لئے تیار ہیں اور بین المذاہب مکالمات و مباحث سے لوگوں کی دلچسپی روبہ زوال ہے جبکہ دوسری طرف الحاد و مذہب بیزاری کی شدت بھی ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے اس عہد کو لادینیت کے خاتمے کا عہد (Age of Desecularisation) بھی کہا جاتا ہے۔ ایک شخص خدا پر بھروسہ نہ رکھتے ہوئے بھی روحانی سکون کی تلاش میں کسی فریبی پیشوا سے رجوع کر سکتا ہے۔ آج اسے کسی ہندو بابا کے ہاں سکون ملتا ہے تو کل کوئی عیسائی راہب اسے مطمئن کر سکتا ہے۔ یہ مابعد جدیدیت ہے۔

؎ حج کعبہ بھی گیا، گنگا کا اشنان بھی
راضی رہے رحمٰن بھی، خوش ہو شیطان بھی

خاندانی نظام اور شادی بیاہ کے بندھنوں کا انکار ہے نہ اقرار۔ عفت، ازدواجی وفاداری اور شادی کے بندھن مابعد جدیدیوں کے ہاں مہابیانیے' ہیں۔ اسی طرح جنسوں کی بنیاد پر علٰحیدہ علٰحیدہ رول کو بھی وہ آفاقی نہیں مانتے۔ نہ صرف مرد و عورت کے درمیان تقسیم کار کے روایتی فارمولوں کے وہ منکر ہیں، بلکہ جنسی زندگی میں بھی مرد اور عورت کے جوڑے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ شادی مرد و عورت کے درمیان بھی ہو سکتی ہے اور مرد مرد و عورت

عورت کے درمیان بھی۔ کوئی چاہے تو اپنے آپ سے بھی کر سکتا ہے۔ مرد اور عورت شادی کے بغیر ایک ساتھ رہنا پسند کریں تو اس پر بھی ان کے ہاں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ سب ذاتی ذوق اور پسند کی بات ہے۔ اس نظریے نے دراصل انسانیت کو شرمسار کیا۔

؎ عمر بھر ہم یوں ہی غلطی کرتے رہے غالبؔ
دھول چہرے پہ تھی اور ہم آئینہ صاف کرتے رہے

فیشن، لباس، طرزِ زندگی ہر معاملے میں کوئی بھی ضابطہ بندی گوارہ نہیں ہے۔ مرد بال بڑھا سکتا ہے۔ چوٹی رکھ سکتا ہے، اسکرٹ پہن سکتا ہے، زنانہ نام رکھ سکتا ہے۔ سوسائیٹی کو کسی بھی رویے کو ناپسند کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر مرد و عورت مادر زاد برہنہ رہنا چاہیں تو سوسائیٹی اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بعض مابعد جدیدی، لباس کو آفاقی ضرورت قرار دینے پر معترض ہیں۔ وہ عریانیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اس طرزِ زندگی کے لئے ویب سائیٹ، ہیلپ لائنز، ڈسکشن فورمز اور نہ جانے کیا کیا شیطانی حربے ہیں۔

آرٹ اور فنونِ لطیفہ میں وہ ہر طرح کے نظم اور پابندی کے خلاف ہیں۔ جدیدیت نے ان محاذوں پر جو اصول تشکیل دئے تھے، مابعد جدیدیت ان کی ردِ تشکیل (De-Construction) چاہتے ہیں۔ گوپی چند نارنگ کے الفاظ میں:

” ہر طرح کی نظری ادعائیت سے گریز اور تخلیقی آزادی پر اصرار مابعد جدیدیت ہے “

(ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات ص530)

مابعد جدیدی والے کہتے ہیں کہ ادب اور فنونِ لطیفہ حقیقت کی ترجمانی کے لئے نہیں بلکہ حقیقت کی تخلیق کے لئے ہیں۔ اس لئے وہ آرٹ کو ہر طرح کے ادبی، سیاسی اور مذہبی دعٰووں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

مابعد جدیدیت ایک محاکمہ: مابعد جدیدیوں کا یہ دعوٰی کہ دنیا میں کسی سچائی کا سرے سے وجود نہیں ہے، ایک نہایت غیر منطقی دعوٰی ہے۔ اس دعوٰی میں بڑا ریاضیاتی نقص

ہے۔ یہ کہنا کہ "یہ سچ ہے کہ دنیا میں کوئی سچ نہیں" ایک بے معنی بات ہے۔" دنیا میں کوئی سچ نہیں ہے" بذات، خود ایک دعویٰ ہے۔ اگر اس بیان کو درست مانا جائے تو اس کی زد سب سے پہلے خود اسی بیان پر پڑیگی اور یہ بیان جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ یہ ماننے کے لئے کہ " دنیا میں کوئی سچ نہیں ہے" کم سے کم اس ایک بات کو سچ ماننا پڑے گا۔ "خود ساختہ سچائیوں" کی ردِ تشکیل کی یہ فکر ایسا جال بچھاتی ہے کہ اس میں خود ہی پھنس جاتی ہے اور خود اپنے ہی اصولوں کے ذریعے اپنے اصولوں کا رد کرتی ہے۔ غالباً یہ انسان کی فکری تاریخ کا نہایت منفرد واقعہ ہے کہ کوئی فکر اپنے تشکیل کردہ پیمانوں سے اپنی بنیادوں کو ڈھائے۔

منطقی تضاد کے علاوہ اس جدید فکری جاہلیت کے علمی اثرات بھی نہایت بھیانک ہیں۔ اگر سچائی اضافی ہے اور دنیا میں کوئی قدر آفاقی نہیں ہے اور سچائیاں مقامی تہذیبوں کی پیداوار ہیں تو سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر ایک شخص کو دوسرے کی جیب کاٹنے سے روکا جائے گا۔ اس لئے کہ ہر جیب کترا جس مخصوص تہذیبی پس منظر میں پروان چڑھتا ہے وہ اسے جیب کترنے کے عمل کو ایک ناگزیر حقیقت کے روپ میں ہی دکھاتا ہے، یا اگر کوئی شخص افیم کھا کر چلتی ٹرین کے دروازے سے یہ سمجھ کر نہایت صبر و سکون کے ساتھ باہر نکلنے کی کوشش کریں کہ وہ اپنے گھر کے چمن میں تشریف لے جارہے ہیں تو آخر کس دلیل سے انہیں اس حماقت سے روکا جائے گا؟ وہ نہایت ایمانداری سے وہی سچائی دیکھ رہے ہیں جو افیم کے اثر سے پیدا شدہ ان کے " مخصوص احوال" انہیں دکھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سچائی کی اضافیت کے نظریے کو مان لینے کے بعد اس دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا، جب تک کچھ حقایق پر عالمی اتفاق رائے نہ ہو اور انہیں قطعی حقایق کے طور پر قبول نہ کیا جائے، اس وقت تک تمدن کی گاڑی ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

آج سے تقریباً ستر سال قبل" مابعد جدیدیت" کی اصطلاح استعمال کئے بغیر ۲۰ ویں صدی کے رجل عظیم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے 'نظریات کی شکست وریخت' کی پیشنگوئی کر دی

تھی۔"مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" نامی مشہور تصنیف کے حصہ سوم میں مولانا رقمطراز ہیں:

"دنیا میں اس وقت بڑے زور کے ساتھ توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہے۔ نوعِ انسانی کی امامت اب تک جس تہذیب کے علمبر داروں کو حاصل رہی ہے، اس کی عمر پوری ہے...یہ زبردست شکست و ریخت اس لئے ہو رہی ہے کہ وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے مراسم تجہیز و تکفین ادا کریں.........اس (تہذیب) کے پاس اب کوئی اور انچھر ایسا باقی نہیں رہا ہے جس کو یہ انسانی مسائل کے حل کی حیثیت سے پیش کر سکے"

ان حالات میں انسانیت کے لئے کون سی راہ باقی ہے؟ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"....اب انسانیت کا مستقبل اسلام پر منحصر ہے۔ انسان کے اپنے بنائے نظریات ناکام ہو چکے ہیں....اور انسان میں اب اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ پھر کسی نظریے کی تصنیف اور اس کی آزمائش پر اپنی قسمت کی بازی لگا سکے۔ اس حالت مین صرف اسلام ایک ایسا نظریہ و مسلک ہے جس سے انسان فلاح کی توقعات وابستہ کر سکتا ہے، جس کے لئے نوع انسانی کا دین بن جانے کا امکان ہے اور جس کی پیروی اختیار کر کے انسان کی تباہی ٹل سکتی ہے"

اس صورتحال میں مسلمانوں کی ذمہ داری کیا ہے؟ مولاناؒ لکھتے ہیں:

"....) مسلمانوں کو) سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہو گا اور وہ صرف اس صورت سے دیا جاسکتا ہے کہ وہ جس اقتدار کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے خود مطیع بنیں، جس ضابطے پر ایمان لاتے ہیں اس کے خود پابند ہوں، جس اخلاق کو صحیح کہتے ہیں اس کا خود نمونہ بنیں، جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں اور جس چیز کو حرام کہتے ہیں اس کو خود چھوڑ دیں....پھر انہیں وہ سب کچھ کرنا ہو گا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لئے ضروری ہے"

نیز یہ کہ:

"اس (انقلابی) کام کے لئے ایک زبردست تنقیدی اور تعمیری تحریک کی ضرورت ہے

جو ایک طرف علم و فکر کی طاقت سے پرانی تہذیب کی جڑیں اکھاڑ دے اور دوسری طرف علوم و فنون و آداب کو اپنی مخصوص فکری بنیادوں پر از سرِ نو مدون کرے...... حتیٰ کہ ذہنی دنیا پر اس طرح چھا جائے کہ لوگ اسی کے طرز پر سوچنا اور محسوس کرنا شروع کر دیں .... ایک طرف پرانے نظامِ تمدن و سیاست کو بزور مٹائے اور دوسری طرف ایک پورا نظامِ تمدن و سیاست اپنے اصولوں پر عملاً قائم کر دے"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش جلد ۳ از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ)

مابعد جدیدیت اور اسلام: سچائی کی اضافیت کا نظریہ اسلامی نقطہ نظر سے ایک باطل نظریہ ہے۔ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ عقل انسانی کے ذریعے مستنبط حقائق یقیناً اضافی ہیں اور شک و شبہ سے بالاتر نہیں ہیں۔ اس حد تک مابعد جدیدیت اسلام سے ہم آہنگ ہے لیکن اسلام کے نزدیک حقائق کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے وہ حتمی اور قطعی ہیں۔ اس ساری بحث میں اسلام کا نقطہ نظر نہایت معتدل، متوازن اور عقل کو اپیل کرنے والا ہے۔ اس نقطہ میں ما بعد جدیدی مفکرین کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں اور اُن تضادات کی بھی گنجائش نہیں ہے جو مابعد جدیدیت میں پائے جاتے ہیں۔

یہ بات کہ انسانی عقل حتمی نہیں ہے اور بسا اوقات دھوکا کھا جاتی ہے، اسلام کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے کوئی نئی فکر نہیں ہے۔ جدیدیت نے جس طرح عقل انسانی کو حتمی اور قطعی مقام دیا اور عقلیات کو حتمی سچائی کے طور پر پیش کیا۔ اس پر مابعد جدیدی مفکر ین سے بہت پہلے اسلامی مفکرین نے جرح کی۔ بلکہ یہ مبحث صدیوں قبل امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ کے افکار میں بھی ملتا ہے۔

امام غزالیؒ نے "تہافت الفلاسفہ" میں ارسطو کی منطق پر خود اسی منطق کے اصولوں کا استعمال کرتے ہوئے جو تنقید کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عقل کے ذریعے معلوم حقائق کو محض واہمہ قرار دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کائنات کی وسعتیں اور وقت لا محدود

ہے اور انسانی عقل لا محدود کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس کے مشاہدات اضافی ہیں اور ان مشاہدات کی بنیاد پر اخذ کردہ نتائج بھی اضافی ہیں۔

جدید اسلامی مفکرین نے بھی جدیدیت پر کلام کرتے ہوئے عقل کی تحدید اور عقل کے ذریعے معلوم حقائق کے اضافی ہونے کو ثابت کیا ہے۔ مولانا سید ابولاعلیٰ مودودیؒ رقم طراز ہیں:

" انسانی فکر کی پہلی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علم کی غلطی محدودیت کا اثر لازماً پایا جاتا ہے اس کے برعکس خدائی فکر میں غیر محدود علم اور صحیح علم کی شان بالکل نمایاں ہے۔ جو چیز خدا کی طرف سے ہو گی اس میں آپ ایسی کوئی چیز نہیں پا سکتے جو کبھی کسی زمانے میں کسی ثابت شدہ علمی حقیقت کے خلاف ہو یا جس کے متعلق یہ ثابت کیا جا سکے کہ اس کے مصنف کی نظر سے حقیقت کا فلاں پہلو اوجھل رہ گیا۔۔ ان کے (علمی قیاسات) غلط ہونے کا اتنا ہی امکان ہوتا ہے جتنا ان کے صحیح ہونے کا، اور تاریخ علم میں ایسے بہت کم قیاسات و نظریات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جو بالآخر غلط ثابت نہیں ہوئے ہیں"

(بحوالہ دین حق، ص22)

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات
فکر بے نور ترا، جذب عمل بے بنیاد سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تارِ حیات

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں تجلیاتِ کلیم و مشاہدات حکیم

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ علم حقیقی (یا حتمی و قطعی د سچائی) کا سر چشمہ باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس نے اپنے علم سے انسان کو اتنا ہی معمولی سا حصہ بخشا جتنا وہ چاہتا ہے۔

" بے شک اللہ وہ ہے، جس سے نہ زمین کی کوئی چیز مخفی ہے نہ آسمان کی" (آل عمران 5)

سورہ بقرہ آیت 255 میں فرماتا ہے:

" جو کچھ ان کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے او جھل ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے"۔

اور لوگ اس کے علم میں کسی چیز پر بھی حاوی نہیں ہو سکتے بجز ان چیزوں کے جن کا علم وہ خود ان کو دینا چاہے"

اس طرح جو حقائق علم حقیقی کے سر چشمہ یعنی اللہ تعالٰی کی جانب سے وحی الٰہی یا اس کے پیغمبر کی منصوص سنت کی صورت میں ظہو ر پزیر ہوئے ہیں وہ حتمی صداقت (Absolute Truth) ہیں۔اور ان کے ماسوا دنیا میں حقیقت کے جتنے دعوے پائے جاتے ہیں ،ان کی دو قسمیں ہیں اگر وہ وحی الٰہی سے متصادم ہیں تو وہ باطل مطلق (Absolute False) ہیں اور اگر متصادم نہیں ہیں تو ان کی حیثیت اضافی صداقت (Relative Truth) کی ہے، جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ وحی الٰہی سے منصوص حقائق کے ماسوا تمام امور، خوا وہ سائنسی امور یا ضوابط ہوں ، یا ریاضی و منطق ، یا معاشیات وسیاسیات یا سماجیات و عمرانیات سے متعلق امور ، تمام دعوے اضافی ہیں ۔ عملی زندگی میں قانون سازی اور ضابطہ سازی کے معاملے میں بھی اسلام نے یہی موقف اختیار کیاہے ۔ جدیدیت کی طرح وہ نہ ہر معاملے کو آفاقی حیثیت دیتا ہے اور نہ مابعد جدیدیت کی طرح ہر آفاقی ضابطہ و اصول سے انکار کر تا ہے۔وحی الٰہی کی صورت میں وہ بنیادی اصولوں وسمت کو آفاقی حیثیت دیتا ہے اور ان آفاقی اصولوں کی روشنی میں مخصوص وقت، مخصوص مقام اور مخصوس احوال کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھتا ہے بلکہ اجتہادی اور غیر منصوص احکام میں " عُرف " کالحاظ بھی رکھتا ہے جسے مابعد جدیدی 'تہذیبی اتفاق رائے' (Cultural Consensus) کہتے ہیں۔

وحی الٰہی کی بنیادوں پر چند آفاقی قدروں اور اصولوں کی حتمیت اور ان کے دائرے کے

باہر وسیع تر معاملات میں وحی الٰہی کی روشنی میں نئے طریقوں، ضابطوں اور راستوں کی تشکیل کا راستہ ایک ایسا معتدل راستہ ہے جو اسلام کو بیک وقت دائمی، آفاقی اور مقامی احوال کے مطابق بناتا ہے۔ اور زماں و مکاں کے اختلافات سے ماورا کر دیتا ہے اس لئے اسلام کی بنیاد پر صحیح طور پر بننے والا معاشرہ ماورائے جدید معاشرہ ہوتا ہے۔

ختمِ نبوت ﷺ کا نظریہ اسلام کا ایک بنیادی نظریہ ہے اس نظریے کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اب زمانے میں کسی ایسی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے، جو بنیادی اصولوں میں کسی ترمیم کی متقاضی ہو۔ آنے والی ہر جدت کی نوعیت جزوی اور ذیلی ہی ہو گی اسلئے یہ کہنا کہ اب ہم مابعد جدیدیت کے عہد میں ہیں اس لئے جدیدیت کی ہر جڑ کی ردِّ تشکیل (Deconstruction) ضروری ہے، ایک نہایت لغو بات ہے۔ انسانی حیات میں بیک وقت دائمی اور تغیر پزیر دونوں طرح کے عناصر کار فرما ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس مسئلے پر اپنی تحریر " دین حق " میں بہت دلچسپ اور دلنشین انداز میں بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں :

"کیا یہ واقعہ نہیں کہ تمام جغرافیائی، نسلی اور قومی اختلافات کے باوجود وہ قوانین طبعی یکساں ہیں، جن کے تحت انسان دنیا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہ نظامِ جسمانی یکساں ہے، جن پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے، وہ خصوصیات یکساں ہیں جن کی بنا پر انسان دوسری موجودات سے الگ ایک مستقل نوع قرار پاتا ہے۔ وہ فطری داعیات اور مطالبات یکساں ہیں جو انسان کے اندر ودیعت کئے گئے ہیں۔ وہ قوتیں یکساں ہیں جن کے مجموعے کو ہم نفس انسانی کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ تمام طبعی، نفسیاتی، تاریخی، تمدنی، معاشی عوامل بھی یکساں ہیں جو انسانی زندگی میں کار فرما ہیں۔ اگر یہ واقع ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ نہیں ہے' تو جو اصول انسان بحیثیت انسان کی فلاح کے لئے صحیح ہوں، ان کو عالم گیر ہونا چاہیئے۔"[۲۰]

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم

خلاصہ بحث یہ کہ مابعد جدیدیت، جدیدیت کا ایک منفی رد عمل ہے اور اس گھٹاٹوپ اندھیرے کا مظہر ہے، جس میں مسلسل کئی نظریات کی ناکامی اور ابطال کے بعد ہمارے عہد کا پڑھا لکھا انسان بھٹک رہا ہے۔ افکار، نظریات اور فلسفوں کی عالی شان عمارتیں اس بُری طرح سے زمین بوس ہو گئیں کہ نئے زمانہ کے فلسفیوں نے عافیت اسی میں محسوس کی کہ سوچنا ہی چھوڑ دیا جائے۔ فکر و خیال اور سچائی کے تصورات ہی کو واہمہ قرار دیا جائے۔ نظریے اور Ideology کو ایک ناپسندیدہ شے باور کیا جائے اور حیات انسانی کو حالات اور افراتفری کے حوالے کر کے مابعد جدیدیت کی ''جنت'' میں چین کی بانسری بجائی جائے۔ تمام جھوٹے خداؤں کے زمین بوس ہو جانے کے بعد مابعد جدیدیت دراصل لا الہٰ کا اعلان ہے۔ الاّ اللہ کا اعلان باقی ہے جو انشاء اللہ موجودہ کیفیت کا لازمی اور منطقی انجام ہو گا۔ ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائیگی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائیگی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(علامہ اقبالؒ)

مصادر و مراجع:

1. ' دینِ حق' از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی
2. ' ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات' از گوپی چند نارنگ
3. .مابعد جدیدیت کا چلینج اور اسلام از سید سعادت اللہ حسینی
4. . مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی
5. .A Young Muslim's guide to the Modern World By: Nasr Sayyed .
6. .Principles of Philosophy " By : Descartes Rane " .

.We are all Postmodern now " By : Stephen Mitchel " .